# تانیثیت کے ابتدائی نقوش

محمد زاہد عمر[1]، ڈاکٹر فہمیدہ تبسم**

**Abstract:**

"What is feminism? How do we understand and define feminism? What is the history of women, a feminine? How feminism begins across the world and the struggle of women for political, social, religious and human rights. How feminism effect the human thoughts? Who is feminist? What feminism means in literature? This Article focuses on these questions. It presents the historical study of feminism and women's contribution in the literature. This paper presents the literary point of view of a woman that how a woman see and presents this world."

تانیثیت یا Feminism کیا ہے؟ مختلف ادوارمیں اس کی تشریح مختلف انداز میں کی گئی ہے۔سیاسی ، سماجی، معاشی اور ادبی حوالوں سے اس کی بہت سی تشریحات ممکن ہیں اور کی جاتی رہی ہیں۔ آج بھی تانیثیت کی کوئی ایک مکمل اور جامع تعریف کرنا مشکل ہے۔ تانیثیت کی ابتدائی تعریف 'عورت کے وجود کا احساس' ہو سکتی ہے۔یہ احساس معاشرے میں کب اور کیسے جنم لیتا ہے؟ اس کا کوئی واضح جواب نہیں ہے البتہ تاریخ کے دھندلکوں میں اس احساس کے نقوش رفتہ رفتہ ظاہر ہوتے نظر آتے ہیں۔ تانیثیت کی تعریف کے حوالے سے مختلف نظریات سامنے آتے ہیں۔ آکسفورڈ ڈکشنری میں Feminism کی تعریف ان الفاظ میں آتی ہے:

"The openions and principles of the advocates of the extended recognition of the achievements and claims of women, advocacy of womwn's rights."(1)

Webstr Dictionary نے Feminism کی تعریف یوں کی ہے:

"Feminism is a doctrine that advocates equal rights for women." (2)

اور The american Heritage Dictionary میں Feminism کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Belief in or advocacy of women's social, political, and economic rights, especially with regard to equality of the sexes." (3)

تانیثیت کو پدر شاہی نظام کے خلاف بغاوت یا رد عمل بھی قرار دیا گیا۔ وہاب اشرفی کے مطابق:

" عورتوں کے باب میں متعینہ مدارج جو مردانہ ذہنیت سے قائم ہوئےہیں ، ان سے الگ ہونے کا نام تانیثیت یا اس کی تحریک ہے۔" (۴)

اس کے علاوہ تانیثیت کو زنانہ پن کا نام بھی دیا گیا لیکن شمس الرحمن فاروقی نے اسے مکمل طور پر رد کیا ہے۔ ان کے نزدیک جو لوگ تانیثیت کو زنانہ پن کے مترادف ٹھہراتے ہیں وہ دراصل تانیثیت کے معنی ہی نہیں جانتے:

" نام نہاد زنانہ جذبات کا اظہار تانیثی ادب کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔ تانیثیت تو نام نہاد زنانہ پن کی نفی کرتی ہے لیکن وہ اس بات کی توثیق بھی کرتی ہے کہ عورت کی اپنی شخصیت ہے اور اسے مرد سے الگ پڑھنا اور سمجھنا چاہیے۔" (۵)

ضمیر بدایونی اپنی کتاب " ما بعد جدیدیت کا دوسرا رخ" میں تانیثیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

---

[1] پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو،وفاقی اردو یونیورسٹی ، سیکٹر G-7/1 ، اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو،وفاقی اردو یونیورسٹی ، سیکٹر G-7/1 ، اسلام آباد

’’نسائی شعور دراصل مابعد جدید(Post Modern ) رویوں کی آگہی کا نام ہے۔ جو ہماری فکر کا مکمل حصہ نہیں بن سکا۔ کیونکہ ہماری قدریں روایتی طور پر مردوں کی فکر کے تابع رہی ہیں۔ ان میں عورت کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اب صرتحال یہ ہے کہ عورتیں مرد کی حاکمیت اور ان کے تابع رسم و رواج سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو اس آئنے میں دیکھ رہی ہیں جو ان کا اور ان سےمتعلق معاشرے کا سچا اور اصلی روپ سامنے لا سکے۔‘‘ (٦)

تانیثیت کی بہت سی تعریفیں کی گئیں ہیں ان میں سے کچھ نظریات تو تانیثیت کو بدنام کرنے کے لیے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ کبھی پدری سماج سے بغاوت تو کبھی نسائیت سے فرار کا نام دیا گیا۔ ان تمام تعریفوں اور نظریات کی روشنی میں تانیثیت کا جو خاکہ ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ Feminism یا تانیثیت در اصل وہ نسائی شعور ہے جو عورت کو مرد کی طرح بنی نوع انسان کے درجے پر بلا کم و کاست فائز کرتا ہے۔اس کائنات اور اس میں موجود ہر چیز کو عورت کے نقطہ نظر سے دیکھنے ، پڑھنے، سمجھنے اور اس کے اظہار کا نام تانیثیت ہے۔ایسا نظریہ جو مجموعی زندگی میں عورت اور اس کے افعال،اعمال اور احساسات کو اہمیت دیتا ہے۔

تانیثیت خواہ زنانہ پن ہو، عورت کی طرف سے بغاوت کا اعلان ہو، خواتین کے سیاسی، سماجی حقوق کی آواز ہو یا نسائی شعور اس کی جس انداز سے بھی تشریح کی جائے ، ایک بنیادی نقطہ سب میں مشترک ہے اور وہ ہے عورت! اس لیے تانیثیت کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ہو گا کہ عورت کیا ہے؟ اور تاریخ انسانی میں اسے کن عروج و زوال کا سامنا کرنا پڑا؟

محققین کے مطابق کرہ ارض پر انسان کم و بیش پانچ لاکھ سال سے آباد ہے۔ قدیم علمائے تاریخ نے انسانی تہذیب کے تین ادوار متعین کیے ہیں۔ پہلا قدیم ترین پتھر کا عہد جو پانچ ہزار سال قبل مسیح تک قائم رہا۔ اس کے بعد کانسی اور پھر لوہے کا عہد ۔ لیکن آج کے جدید دور کو ایٹمی عہد یا Computer Age کہیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔تاریخی حوالے سے عورت کا پہلا تصور ’’دیوی عشتار‘‘ کا ہے:

’’ دنیا کی پوری دیو مالا میں صرف عشتار ہی مطلق العنان اور آزاد دیوی ہے۔ باقی جتنی بھی نام ور دیویاں ہیں وہ یا تو اپنے خاوند کا محض پرتو تھیں یا پھر ان کو عشتار کی سی مقبولیت اور اقتدار نصیب نہ ہوا تھا۔‘‘ (٧)

گویا انسان کا پہلا معبود کوئی دیوتا نہیں بلکہ ایک دیوی تھی۔دنیا کے مختلف خطوں میں دیوی عشتارکی پوجا مختلف ناموں سے کی جاتی رہی ہے۔یہ وہ عہد تھا جب عورتوں کو عروج حاصل تھا اور سماج میں مادرانہ نظام رائج تھا۔ عورت زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی تھی۔ مادہ یا مؤنث کے بطن سے ہر ذی روح کی پیدائش اس عہد کے انسان کی سوچ پر اثر انداز ہورہی تھی اور وہ مادہ کی عظمت اور غیر مرئی قوت کا قائل تھا۔ اس کے نزدیک تخلیق کا یہ عمل مادہ کو ایک بلند تر مقام پر فائز کرتا ہے۔تخلیق کار عورت ہی نے سماج کو زراعت سے روشناش کروایا۔ ابن حنیف لکھتے ہیں:

’’ کوئی بائیس ہزار سال قبل عراق کے اولین آباد کاروں کے جانشین زراعت کاری اور امہاتی نظام کے ابتدائی دور سے گزر رہے تھے کیونکہ عورت شروع ہی سے غذائی نباتات جمع کرتی چلی آرہی تھی اس لیے خود رو پودوں کی نگہداشت کرتے کرتے گندم کی افادیت بھی اسی نے معلوم کی ، اس عورت ہی کے ہاتھوں سے سب سے پہلے عراق میں زراعت کی ابتدا ہوئی اور عورت ہی نےانسانی زندگی میں تمدنی انقلاب برپا کر دیا۔‘‘(٨)

اس زرعی تمدنی انقلاب کے بعد مادرانہ نظام زوال کا شکار ہو گیا ، عورت اپنا مقام کھونے لگی، مہا میا کی اہمیت کم ہونا شروع ہو گئی۔زراعت مرد کے ہاتھ میں آ گئی اورمردانہ معا شی طاقت نے مادرانہ نظام کو کمزور کردیا۔ سماج میں پدرانہ نظام پھلنے پھولنے لگا ملکیت کا تصور رائج ہو گیا اور عورت کو رفتہ رفتہ مرد کی ملکیت قرار دے دیا گیا البتہ دنیا کی قدیم تہذیبیں سومیری اور مصری تہذیب میں عورت کے بارے میں متضاد تصورات ملتے ہیں۔سومیری بیویوں کے بارے اعلیٰ تصور رکھتے تھے جب کہ مصری ماں کو بلند مرتبہ دیتے تھے۔اسی طرح مختلف محققین و مؤرخین نے مصر کی عورتوں کی دو اقسام باعزت اور فاحشہ بیان کی ہیں۔مصر کی قدیم روایات کے مطابق تخت کی وارث شاہی خاندان کی عورت ہوا کرتی تھی مگر تخت پر مرد ہی بیٹھتا

تھا البتہ اسے وارث عورت سے شادی کرناہوتی تھی خواہ وہ اس کی بہن ہی کیوں نہ ہو۔دنیا کی پہلی مطلق العنان ملکہ 'حطشی پسط'(۹) کا تعلق بھی مصر ہی سے تھا۔ مصری تہذیب کے برعکس یونانی تہذیب میں عورت کو کم تر حیثیت حاصل تھی۔ اسے ایک ادنیٰ درجے کی مخلوق اور برائیوں کا منبع تصور کیا جاتا تھا۔ یونانی اساطیری روایات کے مطابق دنیا کی پہلی عورت کا نام پینڈورا Pandora تھا۔Encyclopedia Britannica کے مطابق:

"Pandora in Greek mythology, the first woman. According to Hesiod's Theogony, after Prometheus, a fire god and divine trickster, had stolen fire from heaven and bestowed it upon mortals, Zeus, the king of the gods, determined to counteract this blessing. He accordingly commissioned Hephaestus (a god of fire and patron of craftsmen) to fashion a woman out of earth, upon whom the gods bestowed their choicest gifts. In Hesiod's Works and Days, Pandora had a jar containing all manner of misery and evil. Zeus sent her to Epimetheus, who forgot the warning of his brother Prometheus and made Pandora his wife. She afterward opened the jar, from which the evils flew out over the earth."(10)

اسی بات کی وضاحت ڈاکٹر مبارک علی نے بھی کی ہے۔(۱۱) جب کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پہلی عورت حوا ہے۔یونان کے بعد رومن سلطنت کو عروج حاصل ہوتا ہے۔رومن سلطنت میں خوشحالی اور دولت کی فراوانی تھی۔ عورت ناچ گانا، فلسفہ اور ادب کی طرف مائل ہوئی ۔ یہودیت میں عورت شر کا منبع تصور کی جانے لگی اور عیسائیت میں چرچ کے متولیوں نے عورت کی اتنی برائی کی کہ وہ نفسیاتی طور پر خود کو برائی کی جڑ سمجھنے لگی۔مرد اور عورت کے تعلق کو برا سمجھا جانے لگا اور رہبانیت کو فروغ ملا۔دوسری طرف ہندوستان میں عورت کو مکمل طور پر مرد کی ملکیت قرار دے دیا گیا اور شوہر کی وفات کے بعد عورت سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا گیا:

'' ستی کی پہلی یادگار ۵۱۰ء میں مدھیا پردیش کے شہر اران میں ملتی ہے۔ستی کی رسم کے پس منظر میں عورت کی سماجی حیثیت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ آہستہ آہستہ اب اس کی اپنی ذات اور اس کی شناخت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے شوہر کی وفات کے بعداس کے لیے زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔'' (۱۲)

یوں عورت مادر کل کے مرتبے سے گر کر پستیوں کی گہرائی تک پہنچ گئی۔ عورتوں کو جانوروں سے بد تر سمجھا جانے لگا۔ عرب میں بچیوں کو زندہ درگور کیا جانے لگا۔پستیوں کی اس انتہا پر عورت کے حقوق کا پہلا قطرہ اسلامی تعلیمات کی صورت میں نازل ہوا اور عورت کو ایک الگ مکمل فرد کی حیثیت دی گئی۔عرب کے صحراؤں میں عورت کو وہ حقوق دیے گئے جس کا تصور یورپ کی عورت آنے والی کئی صدیوں تک نہ کر سکی۔عورت جو ملکیت تھی پہلی بار اسے اس کے حق کا مالک بنایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:سورۃ النساء۴ ، آیت ۷

''مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اورقرابت والے اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے، ترکہ تھوڑا ہو یا بہت، حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا۔'' (۱۳)

دین اسلام نے تو عورت کو اس کا حق آج سے چودہ صدیاں پہلے ہی دے دیا تھا مگرعورت دین کے ٹھیکیداروں اور اس کے ماننے والوں سے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے آج بھی برسرپیکار ہے۔ اسلام کے عورتوں کے حقوق کے حوالے سے انقلابی اقدامات کے بعد دنیا رفتہ رفتہ اس حقیقت سا آشنا ہوئی اور عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی جانے لگی۔

لفظ Feminism پہلی مرتبہ کب اور کہاں استعمال ہوا اس بارے کوئی حتمی رائے موجود نہیںہے البتہ جین فریڈمین اپنی کتاب ''Feminism'' میں لکھتے ہیں:

"The term feminism is a relatively modern one - there are debates over when and where it was first used, but the term 'feminist' seems to have first been used in 1871 in a French medical text to describe a cessation in development of the sexual organs and characteristics in male patients, who were perceived as thus suffering from 'feminization' of their bodies. The term was then picked up by Alexandre Dumas fils, a French writer, republican and antifeminist, who used it in a pamphlet published in 1872 entitled l'homme-femme."(14)

حقوق نسواں کے لیے Feminism کی اصطلاح تو بیسویں صدی کے اواخر میں تواتر سے استعمال ہونے لگی ہے۔مگر اس اصطلاح کی تشکیل سے بہت پہلے عورتوں کے حقوق کی تحریک کا آغاز ہو چکا تھا۔ حقوق نسواں کی چیدہ چیدہ کاوشیں تو جاری تھی مگر صحیح معنوں میں Feminism کے ابتدائی نقوش ۱۷۷۹ء کے انقلاب فرانس میں دکھائی دیتے ہیں جس میں عورتوں نے بھرپور حصہ لیا تھا اور اس میں عورتوں کو ان کے حقوق دینے کا وعدہ کیا گیا۔۱۷۹۲ء میں تانیثیت کا پہلا واضح نقش اور پہلی معتبر آواز 'میری وال سٹون کرافٹ 'کی تصنیف '' A Vindication of the Rights of Women '' کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ Penguin dictionary of literary terms and literary theory میں بھی Feminism کے حوالے سے خواتین لکھاریوں کی کاوشوں کی وضاحت کی گئی ہے:

"Faminism has its origins in the struggle for women's rights which began late in the 18th c., more particularly with Mary Wollstonecraft's A Vindication of the Rights of Woman (1792). Later came John Struart Mill's The Subjection of Women (1859) and the American Margaret Fuller's Women in the Nineteenth Century (1845). The suffragette movement at the beginning of the 20thc. carried on the campaign. In the 1920s there were clear signs of new and different approache in relation to women writers and literature."(15)

میری والسٹون کرافٹ نے مرد اور عورت کے مساوی حقوق پر زور دیا ہے ۔میری کے ساتھ ساتھ دیگر رائٹرز بھی اس آواز کو بلند کرنے میں اس کا ساتھ دیتی ہیں:

"In 1792 Mary Wollstonecraft had published A Vindication of the Rights of Women and at the same time in France women such as Olympe de Gouges and Theroigne de Mericourt were fighting for the extension of the rights promised by the French Revolution to women."(16)

۱۸۴۰ء میں حقوق نسواں کی تحریک کا آغاز ہوتا ہے اور ۱۸۴۸ء میں نیویارک امریکہ میں سینیکا فالز کے مقام پر Women's Rights Convention کے نام سے ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوتی ہے جو حقوق نسواں کی تحریک میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ Decleration of Sentiments میں عورتوں کے مساویانہ حقوق اورآزادی، تعلیمی ، وراثتی، معاشی حقوق پر زور دیا گیا۔ اسی دوران یورپ میں بھی تحریک نے زور پکڑا اور ۱۸۴۹ء میں بیڈ فورڈ میں خواتین کا پہلا کالج قائم ہوا۔ادبی حوالے سے ابتدا میں خواتین مردوں کے قلمی نام سے لکھتی رہیں لیکن بعد میں یہ سلسلہ ختم ہوا اور خواتین سے اپنے اصلی ناموں کے ساتھ لکھنا شروع کیااور ادب میں چند نام تانیثیت کی پہچان بن کر ابھرے ان میں برونٹے سسٹرز ، الزبتھ گاسکل، فلورنس نائٹینگیل،فینی فرن، جارج ایلیٹ، جین آسٹن وغیرہ شامل ہیں جن کی وجہ سے ادب میں تانیثی رجحان ایک واضح شکل اختیار کرنے لگا۔اس دوران حقوق نسواں کی سیاسی جدوجہد بھی جاری رہی اور خواتین نے جائیداد پر تصرف کا حق، ووٹ ڈالنے اور الیکشن لڑنے کا حق حاصل کر لیا۔

حقوق نسواں کے لیے مردوں میں پہلی معتبرآواز جان اسٹیورٹ مل کی ہے۔ ۱۹۲۹ء میں جان اسٹیورٹ مل کا چار ابواب پر مشتمل مضمون The Subjection of Women منظر عام پر آیا جس نے تانیثیت کو مضبوط سیاسی، نظریاتی اور فلسفیانہ بنیاد فراہم کی۔۱۹۲۹ء ہی میں ورجینیا وولف کی کتاب The Room of One's Own منظر عام پر آئی۔ تانیثیت کے حوالے سے یہ ایک اہم اضافہ تھا اسی لیے اسے تانیثیت کا منشور قرار دیا گیا۔ یہ کتاب ورجینیا وولف کے ان لیکچرزپر مشتمل ہے جو انہوں نے طالبات کو دیے تھے مگر ورجینیا کے اندز بیاں نے انہیں تنقید اور فکشن سے ہم کنار کر دیا ہے ۔ جین گولڈ مین اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"A Room of one's Own is Wolf's richest manifesto for feminist literary criticism." (17)

اسی طرح سیمون دی بوژوا کی کتاب The Second Sex بھی ایک واضح نقش بن کر ابھری جس میں مردوں کے اس متعصبانہ رویے کی طرف اشارہ کیا ہے جو ادب کی تخلیق، تنقید اور اشاعت تک میں صاف دکھائی دیتا ہے۔بوژوا نے زندگی کے تمام شعبوں میں تانیثی فہم کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ایلزبتھ فیلیز کے مطابق:

"Simone de Beauvoir's The Second Sex (1949) is one of the most famous and influential books of the twentieth century. It had profound influence on the development of twentieth century feminism."(18)

تانیثیت کی اس روایت کو آنے والی خواتین رائٹرزنے آگے بڑھایااورروایتی ادبی معیار و اقدار کے خلاف بزور قلم اپنی جنگ جاری رکھی۔تانیثیت کے ابتدائی نقوش پر ایک عظیم عمارت استوار کرنے میں اپنا کردار اد اکیا۔ خواتین نے وہ ادب تخلیق کیا جس کی جڑیں ان کے باطن میں تھیں۔ نسائی جمالیات کی تشکیل اور تنقید کے نئے زاویے مرتب ہوئے۔

ہندوستان مین تانیثیت کے ابتدائی نقوش مسیحی مشنریوں کی تعلیم نسواں کی کاوشوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ Ladies Society for Native Female Education کے تحت اس کا آغاز ہوا ۔تعلیم نسواں کے سلسلے میں لارڈ ڈلہوزی ، ایف ای ڈی بیتھون ،مسز اینی بیسنٹ اور سر سید احمد خان کے نام کافی نمایاں رہے۔ ۱۸۴۹ء میں بیتھون نے لڑکیوں کا سکول قائم کیا جو بعد میں بیتھون کالج برائے خواتین کے نام سے ہندوستان کا پہلا اہم ادارہ بنا۔(۱۹) سرسید نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر سایہ تعلیم نسواں کی اشاعت کے لیے ایک ذیلی شاخ قائم کی جس کے تحت خواتین کا رسالہ جاری ہوا اور علی گڑھ گرلز سکول بھی قائم ہوا۔

ادب کے حوالے سے خواتین تخلیق کار وں کے ابتدائی نقوش کافی مبہم ہیں کیونکہ مغرب کی طرح یہاں بھی خواتین نے لکھنے کی ابتدا مردانہ ناموں سے کی مگر بعد میں رفتہ رفتہ وہ اپنے اصلی ناموں سے لکھنے لگیں۔ماہ لقا چندہ بائی کو اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ سمجھا جاتا ہے۔ ماہ لقا کا دیوان ۱۷۹۸ء میں مرتب ہوا۔ اختر حسین اپنے مضمون 'ماہ لقا بائی چندا' میں لکھتے ہیں:

''چندا اردو کی پہلی شاعرہ ہے جس نے ایک مکمل اور مرتب دیوان اپنی یادگارچھوڑا۔ ''(۲۰)

چندا دکن میں پیدا ہوئی ، ماہ لقا اس کا خطاب اور چندا تخلص تھا۔ماہ لقا ایک صاحب ثروت اور متمول خاتون تھیں۔ چندا کے دیوان میں ۱۲۵ غزلیں ہیں اور ہر غزل کے ۵ اشعار ہیں۔ لیکن نصیر الدین ہاشمی کی جدید تحقیق کے مطابق لطف النساء امتیاز اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ ہیں کیونکہ ان کا دیوان ماہ لقا چندہ بائی کے دیوان سے ایک سال پہلے ۱۷۹۷ء میں مرتب ہوا۔ امتیاز تخلص کی بنا پر محققین اسے مرد شاعر ہی سمجھتے رہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اپنی کتاب 'اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ' میں نصیر الدین ہاشمی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

'' اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ ماہ لقا چندا سمجھی جاتی تھی اس کا دیوان پہلی مرتبہ ۱۲۱۳ھ میں مرتب ہوا۔۔۔ اب جدید انکشاف سے پہلی صاحب دیوان شاعرہ لطف النساء امتیاز قرار دی جانی چاہیے، کیونکہ اس کا دیوان ۱۲۱۲ھ میں یعنی چندا کے دیوان سے ایک سال پہلے مرتب ہواہے۔'' (۲۱)

اردو شاعرات کا اولین تذکرہ حکیم فصیح الدین رنج کا ’’بہارستان ناز‘‘ کو سمجھا جاتاہے جس کا تیسرا ایڈیشن جو۱۸۸۸ء میں شائع ہوااس میں ۱۷۴ شاعرات کا ذکر ملتا ہے۔[۲۲] چندا اور امتیاز سے شروع ہونے والی یہ نسائی آواز اگلی ایک صدی تک صرف اپنی پہچان پیدا کرنے اور ادب میں قدم جمانے کی کوشش میں لگی رہی۔ انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں ہند مسلم خواتین کے لیے کچھ رسائل چھپنا شروع ہوئے جنہوں نے نسائی آواز کے بلند کرنے اور تانیثیت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔خواتین کے رسائل کے ابتدائی نقوش میں محمدی بیگم کا ’’تہذیب نسواں‘‘ ، راشدالخیری کا ’’عصمت‘‘ اور شیخ عبداللہ کا ’’خاتون‘‘ شامل ہیں۔

اردو ناول نگاری کا آغاز بھی اپنے اندر اصلاحی پہلو لیے ہوئے ہے۔ خاص طور پر خواتین کی اصلاح کے لیے ایسے تمثیلی قصے لکھے گئے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا ناول ’’ مراۃ العروس‘‘ پہلا اردو ناول تصور کیا جاتا ہے جو ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا جب کہ خواتین میں رشید النساء کو پہلی خاتون ناول نگار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جن کا ناول ’’ اصلاح النساء‘‘ ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا جب کہ یہ ۱۳ برس قبل تحریر ہو چکا تھا۔زاہدہ حنا لکھتی ہیں:

’’یہ ناول ۱۸۸۱ء میں لکھا گیا اور ۱۸۹۴ء میں اس وقت شائع ہوا جب ان کا وہ بیٹا لندن سے قانون کی تعلیم حاسل کر کے آ چکا تھا جس نے گیارہ برس کی عمر میں ماں کو یہ ناول تحریر کرتے دیکھا تھا۔‘‘ [۲۳]

بیسویں صدی کے آغاز مینخواتین ناول نگاری کے ابتدائی نقوش کے طور پر محمدی بیگم اور نذر سجاد حیدر ابھر کر سامنے آتی ہیں۔خاص طور پر نذر سجاد حیدر کے یہاں تانیثی رویہ بہت پختہ دکھائی دیتا ہے۔وہ ہندوستان میں خواتین کے حقوق کے لیے کافی سرگرم رہی ہیں۔اس کے بعد حجاب امتیاز علی، عصمت چغتائی، رضیہ سجاد ظہیر، قرۃ العین حیدر، خدیجہ مستورنے اس روایت کو آگے بڑھایا۔خواتین کی تخلیقات کے ابتدائی نقوش میں تانیثیت کی گہری جھلک دکھائی نہیں دیتی مگر رفتہ رفتہ سوچ کی یہ تبدیلی تخلیقات میں نظر آنے لگی خاص طور پر بیسویں صدی کے انقلابی آغاز نے دنیا بھر کے انسانوں پر اپنے اثرات مرتب کیے۔ ان کی زندگی اور سوچ کے دھارے بدل دیے۔انقلاب روس ، کارل مارکس، فرائڈ، فلسفہ وجودیت، پہلی جنگ عظیم ، آزادی کی تحریکینیہ وہ واقعات ہیں جنہوں نے ایک نئی فکر کو جنم دیا اور ادب پر تانیثی رجحان کے واضح نقوش دکھائی دینے لگے۔تانیثیت کی ان ملی جلی آوازوں میں پہلی واشگاف آواز عصمت چغتائی کی ہے جن کا لہجہ خالص تانیثی تھا ۔ ان کے باغیانہ رویے نے سماج میں ہلچل مچا دی۔

اس دور میں تانیثیت کا ایک اور اہم نام ڈاکٹر رشید جہاں کا ہے جن کی تحریر یں نئی سوچ کا پتہ دیتی ہیں۔ ان کے افسانوں پر شدید رد عمل کا اظہار کیا گیالیکن وہ تانیثیت کی آواز کو بلند کرنے کے لیے ر گرم عمل رہیں۔ ترقی پسند تحریک نے بھی تانیثیت کو بہت سے نام دیے اور پھر آنے والے عہد میں تانیثیت زیادہ مضبوط رجحان بن کر ابھری۔ شاعری، نثر اور تنقید کے حوالے سے شائستہ اکرم اللہ ،ادا جعفری، ممتاز شیریں، خالدہ حسین، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، نثار عزیز بٹ، پروین شاکر، ثمینہ راجہ کے نام بھی بہت اہمیت کے حامل ہینجنہوں نے تانیثیت کو فروغ دیا اور اپنی الگ پہچان قائم کی۔تانیثیت کی اس تحریک نے صدیوں کی کاوشوں کے بعد عورت کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ وہ اس تحریک کو ایک انقلاب میں ڈھال سکے۔ یہ صرف عورت کی ضرورت نہیں بلکہ آج کے دور کی بھی ضرورت ہے کہ دنیا کی پچاس فی صد آبادی انسان کی ترقی میں اپنا بھر پور کردار ادا کرے۔ جنگ و جدل میں گھری اور ایٹمی تباہی کے دہانے پر کھڑی دنیا کو امن ، آشتی، پیار ، محبت اور ماں کی ماں کی مامتا جیسے رویے کی ضرورت ہے۔آج تانیثیت ’عورت کے وجود کا احساس‘ نہیں رہی بلکہ عورت کے حقوق کے تحفظ کی آواز بن گئی ہے۔آج ’’ Women Rights are Human Rights ‘‘ کا دور ہے۔ ادب میں بھی نئی جہات کی تلاش کی ضرورت ہے تا کہ آنے والے عہد کے تقاضوں کو پورا کی جا سکے۔

# حواشی ،حوالہ جات


1. The Oxford Dictionary, Oxford University Press, 1975, p363
2. http://www.webster-dictionary.org/definition/feminism
3. https://ahdictionary.com/word/search.html?q=feminism

۴۔ وہاب اشرفی، مابعد جدیدیت(مضمرات و ممکنات)، اسلام آباد: پورب اکیڈمی، ۲۰۰۷ء، ص۱۲۶

۵۔ مشمولہ ، سہ ماہی ادبیات، اسلام آباد: ۲۰۰۲ء ، ص۱۷

۶۔ ضمیر علی بدایونی، ما بعد جدیدیت کا دوسرا رخ، کراچی: شہر زاد، ۲۰۰۶ء، ص۷۲

۷۔ ابن حنیف، ہزاروں سال پہلے، لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۰ء، ص۱۲

۸۔ ایضاً، ص۱۴

9. http://www.britannica.com/biography/Hatshepsut
10. http://www.britannica.com/topic/Pandora-Greek-mythology

۱۱۔ ڈاکٹرمبارک علی نے یہ واقعہ اپنی کتاب ”قدیم یونانی عورت، لاہور: فکشن ہاؤس ، ۲۰۰۰ء کے صفحہ ۱۷۲پر بیان کیا ہے۔

۱۲۔ مبارک علی ، ڈاکٹر، تاریخ اور عورت، لاہور:فکشن ہاؤس ، بار دوم،۱۹۹۶ء، ص۴۷

۱۳۔ قرآن پاک ، سورۃ النساء ۴ ، آیت ۷

14. Jane Freedman, Feminism, Open University Press, Buckingham, UK, 2001, p2
15. J.A.Cuddon, Penguin dictionary of literary terms and literary theory 4th edition, 1999, p316
16. Jane Freedman, Feminism, Open University Press, Buckingham, UK, 2001, p2
17. Jane Goldman, "The feminist criticism of Virginia Woolf",A History of Feminist Literary Criticism, edited by Gill Plian and Susan sellers, Cambridge University Press,UK , 2007, p78
18. Elizabeth Fallaize, "Simone de Beauvoir and the demystification of woman",A History of Feminist Literary Criticism, p85

۱۹۔ عقیلہ جاوید، ڈاکٹر، اردو ناول میں تانیثیت، ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص۶۲

۲۰۔ اختر حسن،سید، ماہ لقا بائی چندا، مشمولہ مرقع سخن مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور،۱۹۳۵ء ، ص ۸۷

۲۱۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن کے چند تحقیقی مضامین ، بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، نئی دہلی: عاکف بک ڈپو، ۲۰۰۳ء، ص۸۴

اسی حوالے کو شفقت رضوی نے بھی 'دیوان ماہ لقا چندا بائی' میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ 'باوجود اس محققانہ انکشاف کے چندا کی عظمت اور اس کے کلام کی قدامت پر حرف نہیں آتا۔' یہ دیوان شفقت رضوی نے مرتب کیا ہے اور مجلس ترقی ادب ، لاہور سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا ہے۔

۲۲۔ بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، نئی دہلی: عاکف بک ڈپو،۲۰۰۳ء، ص۹۹

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش کی مرتب کی گئی کتاب ”پاکستانی ادبیات میں خواتین کا کردار“ جو۱۹۹۶ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے شائع ہوئی، اس میں تیسرے ایڈیشن کا سن اشاعت ۱۸۸۸ء کی بجائے ۱۸۸۲ء درج ہے۔

۲۳۔ زاہدہ حنا، عورت-زندگی کا زندان، دہلی:تخلیق کار پبلشر، ۲۰۰۶ء ، ص۱۹۵